

اسلامی قومیت

(۱۰)

یہ مضمون اہلی حضرت خسرو دکن نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ کی سالگرہ مبارک کے موقع پر جریدہ ”صبح دکن“ کے سالگرہ نمبر کے لئے لکھا گیا تھا جو کچھ آج کل اسلامی دنیا میں وطن، نسل اور زبان کی بنا پر نئی نئی قومیتیں قائم کرنے کی دباپسلی رچی اور اسلامی قومیت کے اصول مسلمانوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہو گئے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول کی ہدایت کے مطابق اسلام کے اصول قومیت، غیر اسلامی قومیتوں کے اصول سے الگ کر کے تباوئے جائیں جو لوگ حقیقت میں اسلام کے پیرو ہیں ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی ہدایت کافی ہے اور جو اپنے ابوار اور تجلیات کا اتباع کرنے میں۔ وہ آزاد ہیں کہ جن راہوں یا چاہیں بھٹکتے پھریں۔ ومن لم یحبب اللہ لہ نورا افسالہ من نورہ (ابو یوسف)

دشت سے مدینیت کی طرف انسان کا پہلا قدم اٹھتے ہی ضروری ہو جاتا ہے کہ کثرت میں وحدت کی ایک تہ پیدا ہو اور مشترک اغراض و مصالح کے لئے متعدد افراد آپس میں مل کر تعاون اور اشتراک عمل کریں تمدن کی ترقی کئی ساتھ اس اجتماعی وعدتہ کا دائرہ بھی وسیع ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد میں داخل ہوتی ہے۔ اسی مجموعہ افراد کا نام ”قوم“ ہے۔ اگرچہ لفظ ”قوم“ اور ”قومیت“ اپنے مخصوص اصطلاحی معنوں میں حدیث اللہ میں مگر جس معنی پر ان کا اطلاق ہوتا ہے وہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ خود تمدن قدیم ہے، قوم اور قومیت جس ہیئت کا نام ہے، وہ بابل، مصر، روم اور یونان میں بھی ویسی ہی تھی جیسی آج فرانس، انگلستان، جرمنی اور اٹلی میں ہے۔

قومیت کے غیر منفک لوازم اس میں شک نہیں کہ قومیت کی ابتدا ایک معصوم جذبہ سے ہوتی ہے یعنی اس کا مقصد اول یہ ہوتا ہے کہ ایک خاص کردہ کے لوگ اپنے مشترک مفاد و مصالح کے لئے۔

مل کر عمل کریں، اور اجتماعی ضروریات کے لئے ایک ”قوم“ بن جائیں، لیکن جب ان میں ”قومیت“ پیدا ہو جاتی ہے، تو لازمی طور پر ”عصبیت“ کا رنگ اس میں آجاتا ہے، اور ”عصبی“ یعنی ”قومیت“ شدید ہوتی جاتی ہے، اس قدر ”عصبیت“ میں بھی شدت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جب کبھی ایک قوم اپنے مفاد کی خدمت اور اپنے مصالح کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو ایک رشتہ اتحاد میں منسلک کرے گی یا با لفاظی دیگر اپنے گروہ قومیت کا حصا چن لے گی تو لازماً وہ اس حصا کے اندر اور باہر والوں کے درمیان اپنے اور غیر کا امتیاز کرے گی۔ اپنے کو ہر معاملہ میں غیر پر ترجیح دے گی۔ غیر کے مقابلہ میں اپنی کی حمایت کرے گی۔ جب کبھی دونوں کے مفاد و مصالح میں اختلاف واقع ہو گا تو وہ اپنے مفاد کی حفاظت کرے گی اور اس پر غیر کے مفاد کو قربان کر دے گی۔ انہی وجوہ سے ان میں صلح بھی ہوگی اور جنگ بھی۔ مگر رزم اور رزم دونوں میں قومیت کی حد فاصل دونوں گروہوں کے درمیان قائم رہے گی۔ اسی چیز کا نام عصبیت و حمیت ہے۔ اور قومیت کی یہ وہ لازمی خصوصیت ہے جو اس کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔

قومیت کے عناصر ترکیبی | قومیت کا قیام، وحدت و اشتراک کی کسی ایک جہت سے ہوتا ہے، خواہ وہ کوئی جہت ہو۔ البتہ شرط یہ ہے کہ اس میں ایسی زبردست قوت رابطہ و ضابطہ ہونی چاہئے کہ جماعت کے تعدد اور نفوس کے تکثر کے باوجود وہ لوگوں کو ایک کلمہ ایک خیال، ایک مقصد، اور ایک عمل پر جمع کر دے، قوم کے مختلف اور کثیر التعداد اجزاء کو قومیت کے تعلق سے اس طرح بستہ و پیوستہ کر دے کہ وہ سب ایک ٹھوس چٹان بن جائیں، اور افراد قوم کے دل و دماغ پر اتنا غلبہ و تسلط حاصل کر لے کہ توہمی مفاد کے معاملہ میں وہ سب متحد ہوں اور ہر قربانی کے لئے آمادہ رہیں۔

یوں تو اشتراک اور وحدت کی بہت سی بہت سی ہونی ممکن ہیں، لیکن آغاز عہد تاریخ سے آج تک

دنیا میں جتنی قومیں بنی ہیں، ان سب کی تمیز بجز ایک اسلامی قومیت کے، حسب ذیل اشتراکات میں سے کسی ایک قسم کے اشتراک پر ہوئی ہے۔ اور اس عنصر کے ساتھ چند دوسرے اشتراکات بھی بطور مددگار کے شریک ہو گئے ہیں۔

اشتراکِ نسل جس کو نسلیت کہتے ہیں۔

اشتراکِ مرزوبوم جس کو "وطنیت" کہتے ہیں۔

اشتراکِ زبان جو وحدت خیال کا ایک زبردست ذریعہ ہونے کی وجہ سے قومیت کی

تعمیر میں خاص حصہ لیتا ہے۔

اشتراکِ رنگ جو ایک رنگ کے لوگوں میں ہم جنسی کا احساس پیدا کرتا ہے اور پھر یہی احساس

ترقی کر کے انکو دوسرے رنگ کے لوگوں سے احتراز و اجتناب پر آمادہ کر دیتا ہے۔

معاشی اغراض کا اشتراک جو ایک معاشی نظام کے لوگوں کو دوسرے معاشی نظام

والوں کے مقابلہ میں ممتاز کرتا ہے۔ اور جس کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں اپنے معاشی حقوق

و منافع کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔

نظام حکومت کا اشتراک۔ جو ایک سلطنت کی رعایا کو اس کی وفاداری کے رشتہ میں۔

منسلک کرتا ہے، اور دوسری سلطنت کی رعایا کے مقابلے میں حدود و فاصلہ قائم کر دیتا ہے۔

قدیم ترین عہد سے لیکر آج بیسویں صدی کے روشن زمانے تک جتنی قومیتوں کے عناصر

کا آپ تحسس کریں گے۔ ان سب میں آپ کو یہی مذکورہ بالا عناصر ملیں گے۔

اب سے دو تین ہزار برس پہلے کی یونانیت، رومیت، اسرائیلیت، ایرانیت وغیرہ بھی

انہی بنیادوں پر قائم تھیں جن پر آج کی المانیت، فرسائیت، انگریزیت، جاپانیت وغیرہ قائم ہیں

شر اور فساد کا سرچشمہ | یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ بنیادیں جن پر دنیا کی مختلف قومیں تعمیر کی گئی ہیں

انہوں نے بڑی قوت کے ساتھ جماعتوں کی شیرازہ بندی کی ہے مگر اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی ناقابل انہی
 ہے کہ اس قسم کی قومیتیں بنی نوع انسانی کے لئے ایک شدید مہمیت ہیں، انہوں نے عالم انسانی کو سو گز
 ہزاروں حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور حصے ہی ایسے کہ ایک حصہ فنا کیا جا سکتا ہے۔ مٹا دیا جا سکتا ہے۔ مگر
 دوسرے حصے میں کسی طرح تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ ایک نسل دوسری نسل میں نہیں بدل سکتی۔ ایک وطن
 دوسرا وطن نہیں بن سکتا۔ ایک زبان کے بولنے والے دوسری زبان کے بولنے والے نہیں بن سکتے
 ایک رنگ دوسرا رنگ نہیں بن سکتا ایک قوم کی معاشی اغراض بعینہ دوسری قوم کی معاشی اغراض نہیں بن سکتیں۔
 دوسری سلطنت نہیں بن سکتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو قومیتیں ان بنیادوں پر تعمیر ہوئی ہیں ان کے درمیان
 مصالحت کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔ قومی عصبیت کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے خلاف مسابقت، مزاحمت
 اور منافست کی ایک دائمی کشمکش میں مبتلا رہتی ہیں۔ ایک دوسرے کو پامال کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔
 آپس میں لڑ لڑ کر فنا ہو جاتی ہیں اور پھر انہی بنیادوں پر دوسری قومیتیں ایسے ہی ہنگامے برپا کرنے کے
 لئے اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ یہ دنیا میں فساد، بد امنی، اور شرارت کا ایک مستقل سرچشمہ ہے۔ خدا کی سب سے
 بڑی لعنت ہے شیطان کا سب سے زیادہ کامیاب حربہ ہے جس سے وہ اپنے دشمن انسان کا شکار
 کرتا ہے۔

عصبیت جاہلیہ | اس قسم کی قومیت کا نظری اقتصاد یہ ہے کہ وہ انسان میں جاہلانہ عصبیت پیدا کرے۔

وہ ایک قوم کو دوسری قوم سے مخالفت کرنے اور نفرت برتنے پر صرف اس لئے آمادہ کرتی ہے کہ وہ
 دوسری قوم کیوں ہے؟ اسے حق، صداقت، دیانت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ صرف یہ بات کہ
 ایک شخص کا لاہے۔ گورے کی نظر میں اسے حقیر بنا دیتی ہے۔ صرف اتنی سی بات کہ ایک انسان ایشیائی
 ہے، فرنگی کی نفرتوں جاہلانہ ورازدستیوں، اور حق تلفیوں کو اس کے لئے وقف کر دیتی ہے۔ آئن
 سٹائن جیسے فاضل کا اسرائیلی ہونا اس کے لئے کافی ہے کہ امانی اس سے نفرت کرے۔ ٹشکیڈی کا محض

سیاہ فام جیشی ہونا۔ اس کو جائز کر دیتا ہے کہ ایک یورپین کو سزا دینے کے جرم میں اس کی ریاست چھین لی جائے، امریکہ کے مہذب باشندوں کے لئے یہ قطعاً جائز ہے کہ وہ جیشیوں کو پکڑ کر زندہ جلا دیں کیونکہ وہ جیشی ہیں۔ المانی کا المانی ہونا اور فرسائی کا فرسائی ہونا اس بات کے لئے بالکل کافی ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے نفرت کریں اور دونوں کو ایک دوسرے کے محاسن ایک سرسائب نظر آئیں۔ سرحد آزاد کے افغانیوں کا افغانی ہونا اور دمشق کے باشندوں کا عرب ہونا۔ انگریز اور فرسیسی کو اس کا پورا حق بخش دیتا ہے کہ وہ ان کے سروں پر پیاروں سے گولے برسائیں اور ان کی آبادیوں کا قتل عام کریں خواہ یورپ کے مہذب شہریوں پر اس قسم کی گولہ باری کتنی ہی وحشیانہ حرکت سمجھی جاتی ہو۔ غرض جیشی امتیاز وہ چیز ہے جو انسان کو حق اور انصاف کی طرف سے اندھا بنا دیتی ہے، اور اس کی وجہ سے عالمگیر اصول اخلاق و شرافت بھی قوی قوتوں کے قالب میں ڈھل کر کہیں ظلم اور کہیں عدل، کہیں سچ اور کہیں جھوٹ، کہیں کینگی اور کہیں شرافت بن جاتے ہیں۔

کیا انسان کے لئے اس سے زیادہ غیر معقول ذہنیت اور کوئی ہو سکتی ہے کہ وہ ایک نالائق بدکار، اور شیر آدمی کو ایک لائق، صالح اور نیک نفس آدمی پر صرف اس لئے ترجیح دے کہ پہلا ایک نسل میں پیدا ہوا ہے اور دوسرا کئی نسل میں؟ پہلا سپید اور دوسرا سیاہ پہلا ایک پہاڑ کے مغرب میں پیدا ہوا ہے اور دوسرا اس کے مشرق میں؟ پہلا ایک زبان بولتا ہے اور دوسرا کوئی اور زبان؟ پہلا ایک سلطنت کی رعایا ہے دوسرا کسی اور سلطنت کی؟ کیا جلد کے رنگ کو روح کی صفائی و کدورت میں کوئی دخل ہے؟ کیا عقل اس کو باور کرتی ہے کہ اخلاق و اوصاف انسانی کے صلح و فساد سے پہاڑوں اور دریاؤں کا کوئی تعلق ہے؟ کیا کوئی صحیح الدماغ

بقیہ صفحہ ۳۲ سلطنت بھارت نے حقوق ریاست سے محروم کر دیا تھا۔ حالانکہ دیسی باشندوں کے ساتھ اس کے افواج برتاؤ کا خود برٹش انٹی کشنر کو بھی اعتراف تھا۔ بعد میں مغرب شیکیدی کو صرف اس وقت مجال کیا گیا جبکہ اس نے ہمیشہ کے لئے یہ عہد کر لیا کہ وہ کسی کسی ایسے مقدمہ کا فیصلہ نہ کرے گا جس کا کوئی تعلق کسی یورپین سے ہو۔ مگر ایسی کوئی شرط اس عہد نامہ میں نہ رکھی گئی کہ یورپین حضرات دیسی باشندوں کی جان و مال اور عزت و آبرو سے تعرض نہ فرمائیں گے۔

انسان تسلیم کر سکتا ہے کہ مشرق میں جو چیز حق ہو وہ مغرب میں باطل ہو جائے؟ کیا کسی قلب سلیم میں اس چیز کے تصور کی گنجائش نکل سکتی ہے کہ نیکی، شرافت، اور جوہر انسانیت کو لوگوں کے خون، زبان کی بولی مولد و مکن کی خاک کے معیار پر جانچا جائے؟ یقیناً عقل ان سوالات کا جواب نفی میں دیگی۔ مگر نسلیت و وطنیت اور اس کے بہن بھائی نہایت بے باکی کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہاں ایسا ہی ہے۔

قومیت کے عناصر پر ایک عقلی تنقید | تھوڑی دیر کے لئے اس پہلو سے قطع نظر کر لیجئے۔ یہ جتنے اشتراکات آج قومیت کی بنیاد بنے ہوئے ہیں ان کو خود ان کی ذاتی حیثیت سے دیکھئے اور غور کیجئے کہ آیا یہ بجائے خود کوئی مضبوط عقلی بنیاد بھی رکھتے ہیں یا انہی حقیقت محض ایک سراپا تخیل ہے۔

نسلیت | نسلیت کیا ہے؟ محض خون کا اشتراک۔ اس کا نقطہ آغاز مان اور باپ کا نطفہ ہے جس سے چند انسانوں میں خوئی، رشتہ پیدا ہوتا ہے یہی نقطہ پھیل کر خاندان بنتا ہے، پھر قبیلہ، پھر نسل۔ اس آخری حد یعنی نسل تک پہنچتے پہنچتے انسان اپنے اس باپ سے جس کو اس نے اپنی نسل کا مورث اعلیٰ قرار دیا ہے، اتنا دور ہو جاتا ہے کہ اس کی مورثیت محض ایک خیالی چیز بن کر رہ جاتی ہے۔ نام نہاد "نسل" کے اس دریا میں بیرونی خون کے بہت سے ندی نالے اگر مل جاتے ہیں۔ اور کوئی صاحب عقل و علم انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ دریا خالص اسی پانی کا ہے جو اپنے اصلی سرچشمہ سے نکلا تھا پھر اگر اس فلتا ملط کے باوجود خون کے اشتراک کی بنا پر انسان ایک "نسل" کو اپنے لئے مادہ اتحاد قرار دے سکتا ہے۔ تو کیوں نہ اس خون کے اشتراک کو بناء وحدت قرار دیا جائے جو تمام انسانوں کو ان کے پہلے باپ اور پہلی ماں سے ملا ہے؟ اور کیوں نہ تمام انسانوں کو ایک ہی نسل اور ایک ہی اصل کی طرف منسوب کیا جائے؟ آج جن لوگوں کو مختلف نسلیں کا بانی و مورث قرار دے لیا گیا ہے ان سب کا نسب اوپر جا کر کہیں نہ کہیں ایک دوسرے سے مل جاتا ہے، اور آخر میں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ سب ایک اصل سے ہیں۔ پھر یہ آرمیت اور سامیت کی تقسیم کبھی ہے؟

وطنیت | مرزوبوم کے اشتراک کی حقیقت اس سے بھی زیادہ موہوم ہے۔ انسان جس جگہ پیدا ہوتا ہے اس کا رقبہ یقیناً ایک گز مربع سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس رقبہ کو اگر وہ اپنا وطن قرار دے تو شاید وہ کسی کو پناہم وطن نہیں کہہ سکتا۔ لیکن وہ اس چھوٹے سے رقبہ کے ارد گرد میلوں اور کوسوں تک، اور بسا اوقات سینکڑوں اور ہزاروں میل تک ایک سرحدی خط کھینچ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہاں تک میرا وطن ہے اور اس سے باہر جو کچھ ہے اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ یہ محض اس کی نظر کی تنگی ہے۔ ورنہ کوئی چیز سے تمام روئے زمین کو اپنا وطن کہنے سے مانع نہیں ہے جس دلیل کی بنا پر ایک مربع گز کا وطن پھیل کر ہزار مربع گز بن سکتا ہے، اسی دلیل کی بنا پر وہ پھیل کر پورا کرہ ارضی بھی بن سکتا ہے اگر آدمی اپنے زاویہ نظر کو تنگ نہ کرے تو وہ دیکھ سکتا ہے کہ یہ دریا، پہاڑ، سمندر وغیرہ جن کو اس نے محض اپنے خیال میں حد و قائل قرار دے کر ایک زمین اور دوسری زمین میں فرق کیا ہے سب کے سب ایک ہی زمین کے اجزا ہیں۔ پھر کس بنا پر اس نے ان دریاؤں اور پہاڑوں اور سمندروں کو یہ حق دیدیا کہ وہ اسے ایک خاص خطہ میں قید کر دیں؟ وہ کیوں نہیں کہتا کہ میں زمین کا باشندہ ہوں۔ سارا کرہ ارضی میرا وطن ہے، جتنے انسان برع سکون میں آباد ہیں، میرے ہم وطن ہیں، اس پرے سے پارے پر میں وہی پیداہی حقوق رکھتا ہوں جو اس گز بھر زمین پر مجھے حاصل ہیں جہاں میں پیدا ہوا ہوں؟

لسانی امتیاز | اشتراک زبان کا فائدہ صرف اس قدر ہے کہ جو لوگ ایک زبان بولتے ہیں وہ باہمی تفہیم اور تبادلہ خیالات کے زیادہ مواقع رکھتے ہیں۔ اس سے اجنبیت کا پردہ بڑی حد تک اٹھ جاتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو ایک دوسرے سے قریب تر محسوس کرتے ہیں۔ مگر ادائے خیال کے وسیلہ کا مشترک ہونا، خود خیال کے اشتراک کو مستلزم نہیں ہے۔ ایک ہی خیال دس مختلف زبانوں میں ادا ہو سکتا ہے اور ان سب کے بولنے والوں کا اس خیال میں متحد ہو جانا ممکن ہے۔ بخلاف اس کے

دس مختلف خیالات ایک زبان میں ادا ہو سکتے ہیں۔ اور کچھ بعید نہیں کہ اس زبان کے بولنے والے ان خیالات کے معتقد ہو کر باہم مختلف ہو جائیں۔ لہذا وحدت خیال جو حقیقتہً قومیت کی جان ہے، اشتراک زبان کا محتاج نہیں ہے۔ اور نہ اشتراک زبان کے ساتھ وحدت خیال ضروری ہے۔ پھر ایک بڑا سوال یہ ہے کہ آدمی کی آدمیت، اور اس کے ذاتی حقوق میں اس کی زبان کو کیا دخل ہے؟ ایک جرمن بولنے والے شخص کو ایک فرینچ بولنے والے کے مقابلہ میں محض اس بنا پر کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے کہ وہ جرمن زبان بولتا ہے؟ دیکھنے کی چیز اس کا جوہر ذاتی ہے نہ کہ اس کی زبان زیادہ سے زیادہ اگر کچھ کہا جاسکتا ہے تو وہ صرف یہ کہ ایک ملک کے انتظامی معاملات اور عام کاروبار میں وہی شخص مفید ہو سکتا ہے۔ جو اس ملک کی زبان جانتا ہو۔ اگر انسانیت کی تقسیم اور قومی امتیاز کے لئے یہ کوئی صحیح بنیاد نہیں ہے۔

امتیاز رنگ | انسانی جماعتوں میں رنگ کا امتیاز سب سے زیادہ نفوذ پہل چیز ہے۔ رنگ محض جسم کی ایک صفت ہے، مگر انسان کو انسان ہونے کا شرف اس کے جسم کی بنا پر نہیں، اس کی روح اس کے نفس ناطقہ کی بنا پر ہے جس کا کوئی رنگ نہیں ہے۔ پھر انسان اور انسان میں زردی اور سُرخئی، سیاہی اور سپیدی کا امتیاز کیسا؟ ہم کابی گائے اور سپید گائے کے دودھ میں کوئی فرق نہیں کرنے اس لئے کہ مقصود اس کا دودھ ہے نہ کہ اس کا رنگ۔ لیکن عقل کی بے راہ روی کا بُرا ہونا کہ اس نے ہم کو انسان کی نفسی صفات سے قطع نظر کر کے اس کی جلد کے رنگ کی طرف متوجہ کر دیا۔

معاشی قومیت | معاشی اغراض کا اشتراک انسانی خود غرضی کا ایک ناجائز بچہ ہے۔ قدرت نے اس کو ہرگز پیدا نہیں کیا۔ آدمی کا بچہ کام کرنے کی قوتیں ماں کے پیٹ سے لے کر پیدا ہوتا ہے۔ حد و جہد کے لئے اس کو ایک وسیع میدان ملتا ہے اور زندگی بسر کرنے کے لئے شمار و سائل اس کا انتظام کرتے ہیں۔ مگر وہ اپنی معیشت کے لئے صرف اس کو کافی نہیں سمجھتا کہ اس کے لئے رزق کے دروازے

کھلیں بلکہ یہ بھی چاہتا ہے کہ دوسروں کے لئے وہ بند ہو جائیں۔ اسی خود غرضی میں انسانوں کی کسی بڑی جماعت کے مشترک ہو جانے سے وہ وحدت پیدا ہو جاتی ہے جو انہیں ایک قوم بننے میں مدد دیتی ہے بظاہر وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے معاشی اغراض کا ایک حلقہ قائم کر کے اپنے حقوق و مفاد کا تحفظ کر لیا۔ لیکن جب اسی طرح بہت سی جماعتیں اپنے گرد اس قسم کے حصار کھینچ لیتی ہیں تو انسان پر اس کے اپنے ہاتھوں سے عرصہ حیات تنگ ہو جاتا ہے۔ اس کی اپنی خود غرضی اس کے پاؤں میں بیڑی اور ہاتھ میں ہتھکڑی بن جاتی ہے۔ اور وہ دوسروں کے لئے رزق کے درد ازلے بند کرنے کی کوشش میں خود اپنے رزق کے دوازد

کی کنجیاں گم کر دیتا ہے۔ آج ہماری آنکھوں کے سامنے یہ منظر موجود ہے کہ یورپ امریکہ اور جاپان کی سلطنتیں اس خود غرضی کا خمیازہ بھگت رہی ہیں، اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ان معاشی قلعوں کو کس طرح مسامحہ جن کو انہوں نے خود ہی حفاظت کا بہترین وسیلہ سمجھ کر تعمیر کیا تھا۔ کیا اس کے بعد بھی ہم یہ نہ سمجھیں گے کہ کسب معیشت کے لئے حلقوں کی تقسیم اور ان کی بنا پر قومی امتیازات کا قیام ایک غیر مافلانہ فعل ہے؟ خدا کی وسیع زمین پر انسان کو اپنے رب کا فضل تلاش کرنے کی آزادی دینے میں آخر کونسی قباحت ہے؟

سیاسی قومیت | نظام حکومت کا اشتراک بجائے خود ایک ناپائیدار اور ضعیف البنیان چیز ہے، اور

اس کی بنا پر ہرگز کسی مستحکم قومیت کی تعمیر ممکن نہیں ہے۔ ایک سلطنت کی رعایا کو اس کی وفاداری کے رشتہ میں منسلک کر کے ایک قوم بنادینے کا خیال کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ سلطنت جب تک غالب و قائم رہتی ہے۔ رعایا اس کے قانون کی گرفت میں بند ہی رہتی ہے۔ یہ گرفت جہاں ڈھیلی ہوئی اور مختلف عناصر منتشر ہو گئے سلطنت منعلیہ میں مرکزی طاقت کے کمزور ہونے کے بعد کوئی چیز ہندوستان کے علاقوں کو اپنی الگ الگ سیاسی قومیتیں بنانے سے نہ روک سکی۔ یہی حشر سلطنت عثمانیہ کا ہوا۔ آخر زمانہ میں جو ان ترک نے عثمانی قومیت کا قصر تعمیر کرنے کے لئے بہت کچھ زور لگایا۔ مگر ایک ٹھیس لگتے ہی سب اینٹ پتھر جدا ہو گئے۔ تازہ ترین مثال آسٹریا ہنگری کی ہے۔ اور تاریخ سے بہت سی مثالیں اور پیشکش

کی جاسکتی ہیں۔ ان کو دیکھنے کے بعد جو لوگ سیاسی قومیتوں کی تعمیر ممکن سمجھتے ہیں۔ وہ محض اپنے تخیل کی شادابی کے لئے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

انسائزٹ آفاقت اس تنقید سے بہ بات واضح ہو گئی کہ نسل انسانی میں یہ جتنی تفریقیں کی گئی ہیں ان کے لئے کوئی عقلی بنیاد نہیں ہے۔ یہ صرف حسی اور مادی تفریقیں ہیں جن کا ہر دائرہ زاویہ نظر کی ہر وسعت پر ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کا قیام و بقا جہالت کی تاریکی، نگاہ کی محدودیت، اور دل کی تنگی پر منحصر ہے۔ علم و عرفان کی روشنی جس قدر پھیلتی ہے، بصیرت کی رسائی جس قدر بڑھتی ہے، قلب میں جتنی جنتی و پیدا ہوتی جاتی ہے۔ یہ مادی اور حسی پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ نسلیت کو انسائزٹ کے لئے اور وطنیت کو آفاقت کے لئے جگہ خالی کرنی پڑتی ہے۔ اختلاف رنگ و زبان میں جو ہر انسانی کی وحدت جلوہ گر ہوتی ہے۔ خدا کی زمین میں خدا کے سب بندوں کی معاشی اغراض مشترک پائی جاتی ہیں۔ اور سیاسی نظامات کے دائرے، محض چند سائے نظر آتے ہیں جو آفتاب اقبال کی گردن سے روئے زمین پر چلتے پھرتے، گھومتے بڑھتے رہتے ہیں۔

اسلام کا وسیع نظریہ اٹھیک یہی بات ہے جو اسلام کہتا ہے۔ اس نے انسان اور انسان کے یاران

کسی مادی اور حسی تفریق کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سب انسان ایک ہی اصل سے ہیں۔

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَ

نِسَاءً (۴: ۱) - اور عورتوں کو (دنیا میں) پیدا دیا۔

تہا رے درمیان مرز و بوم اور مولد و مدفن کا اختلاف کوئی جوہری چیز نہیں ہے اصل

میں تم سب ایک ہی ہو۔

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ

اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر

فَسْتَقَرَّ وَمَتَوَدَّحٌ (۱۲:۶)

ہر ایک کا ایک ٹھکانہ ہے اور ایک جگہ اس کے سپرد
خاک ہونے کے لئے ہے۔

اس کے بعد نسل اور خاندان کے اختلاف کی بھی حقیقت بتا دی کہ :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَىٰكُمْ (۲:۲۱۹)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے
پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنا دیا تاکہ تم آپس
میں پہچانے جاؤ۔ مگر درحقیقت مغزز تو تم میں وہی ہے
جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

یعنی یہ شعوب و قبائل کا اختلاف محض تعارف کے لئے ہے، آپس کے نفص ایک دوسرے
پر تغافل، ایک دوسرے سے جھگڑنے کے لئے نہیں ہے۔ اس اختلاف میں انسانی اصل کی وحدت
کو نہ بھول جاؤ۔ تم میں اگر کوئی حقیقی تفریق ہے تو وہ صدق اور کذب، نیکی اور پدیی کی بنا پر ہے۔
پھر فرمایا کہ یہ گروہوں کی تفریق اور جماعتوں کا اختلاف خدا کا عذاب ہے جو تم کو آپس
کی دشمنی کا زرا چکھاتا ہے۔

أَوَلَيْسَ كُفْرًا شَيْعًا وَيُذِيقُ بَعْضَكُم
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَىٰكُمْ (۸:۶)

یا تم کو گروہ گروہ بنا دے اور تمہیں ایک دوسرے
کی قوت کا مزہ چکھائے۔

اس گروہ بندی کو اس نے من جملہ ان جرائم کے قرار دیا ہے جن کی بنا پر فرعون لعنت
و عذاب کا مستحق ہوا :-

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ
أَهْلَهَا شَيْعًا (۱:۲۸)

فرعون نے زمین میں تکبر کیا اور اس کے باشندوں
کو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔

اس آیت اس تاریخ جرم کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ فرعون نے مصر کے باشندوں میں قبیلی اور غیر قبیلی کی تفریق قائم
اور دونوں کے ساتھ مختلف طرز عمل اختیار کیا۔

پھر کہا کہ زمین خدا کی ہے، اس نے نوع انسانی کو اس میں اپنی خلافت سے سرفراز کیا، اس کی سب چیزوں کو انسان کے لئے مسخر کیا ہے، کچھ ضرور نہیں کہ انسان ایک خطہ کا بندہ بن کر رہ جائے یہ وسیع زمین اس کے لئے کھلی ہوئی ہے۔ ایک جگہ اس کے لئے تنگ ہو تو دوسری جگہ چلا جائے، جہاں جائیگا، خدا کی نعمتیں موجود پائے گا۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (۲: ۲۷) (آدم کی تخلیق کے وقت خدا نے فرمایا کہ) میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ لَا يَخَافُونَ اللَّهَ مَا كَانُوا يَدْعُونَ لَهُ بَلْ يَخَافُونَ الْيَوْمَ بَعْضُ مَا يَدْعُونَ إِلَيْهِ أَوَّعًا وَأَوْسَعًا (۹: ۲۲)۔
 چیزوں کو مسخر کر دیا ہے جو زمین میں ہیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ لَا يَخَافُونَ اللَّهَ مَا كَانُوا يَدْعُونَ لَهُ بَلْ يَخَافُونَ الْيَوْمَ بَعْضُ مَا يَدْعُونَ إِلَيْهِ أَوَّعًا وَأَوْسَعًا (۹: ۲۲)۔
 کیا اللہ کی زمین وسیع اور کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغِمًا كَثِيرًا أَوْ سَعَةً (۲: ۲۱۷)۔
 جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں وافر جگہ اور کشائش پائے گا۔

آپ پورے قرآن کو دیکھ جائیے۔ اس میں ایک لفظ بھی آپ کو نسلیت یا وطنیت کی تائید میں نہ ملے گا۔ اس کی دعوت کا خطاب پوری نوع انسانی سے ہے، تمام روئے زمین کی انسانی مخلوق کو وہ خیر و صلاح کی طرف بلاتا ہے۔ اس میں نہ کسی قوم کی تخصیص ہے اور نہ کسی سرزمین کی۔ اس نے اگر کسی زمین کے ساتھ خاص تعلق پیدا کیا ہے تو وہ صرف حرم مکہ کی زمین ہے۔

..... لیکن اس کے متعلق بھی صاف کہہ دیا کہ سَوَاءٌ أُنْعَمْتُ بِهِ وَالْإِبَادِ (۲: ۲۲)۔
 یعنی مکہ کے اصلی باشندے اور باہر کے آنے والے سب وہاں برابر ہیں۔ اور جو شرکین وہاں کے اصلی

۴۹
 تھے اسی وجہ سے فقہائے اسلام کے ایک بڑے محدث نے مکہ کی سرزمین پر کسی کے حق ملکیت کو تسلیم نہیں کیا۔ بقیہ صفحہ

باشدے تھے ان کے متعلق کہا کہ وہ نجس ہیں۔ ان کو وہاں سے نکال باہر کرو۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ
فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا (۲:۹) اس تصریح کے بعد اسلام میں وطنیت
کا کلی استیصال ہو جاتا ہے، اقبال نے بالکل سچ کہا ہے،

پاک ہے گرد وطن سے سرد اماں تیرا

تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

اور درحقیقت مسلمان ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ :-

ہر ملک ملک ما است کہ ملک خداے ماست

عصبیت اور اسلام کی دشمنی | اسلام جب ظاہر ہوا تو اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی نسل و

وطن کے تعصبات و امتیازات تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قوم ان تعصبات میں سے
پیش پیش تھی۔ خاندانوں کے مفاخر اور نسبی و ذاتی وجاہتوں کے تخیلات ان کو صداقت اسلام پر
ایمان لانے سے روکتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قرآن اگر خدا کی طرف سے اترتا تو مکہ یا طائف کے

کسی بڑے آدمی یا اترتا۔ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ الرَّسُولِ إِذْ أَنْزَلَ عَلَيْنَا الْكِتَابَ

عظیم (۲۳: ۳۳) ابو جہل سمجھتا تھا کہ محمد (صلعم) رسالت کا دعویٰ کر کے اپنے خاندانی مفاخر میں

ایک اور فخر کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا قول تھا کہ ”ہم سے اور بنو عبد مناف سے مقابلہ تھا۔

ہم شہ سواری میں ان کے حریف تھے کھانے اور کھلانے میں، عطا اور بخشش میں ان کے برابر تھے اب

وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں وحی آنی شروع ہوئی ہے، خدا کی قسم ہم تو کبھی محمد کی تصدیق نہ کریں گے“

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۔ حضرت عمر اہل مکہ کو گھروں کے دروازے بند کرنے سے روکتے تھے تاکہ حجاج و زائرین جہاں چاہیں اتریں حضرت عمر

عبدالعزیز مکہ میں مکانات کے گزریے لینے سے منع کرتے تھے اور انہوں نے ابرتمہ کو فرمان لکھا تھا کہ لوگوں کو اس سے روکیں بعض فقہار نے

کہا ہے کہ جس نے اپنے خرچ سے وہاں مکان بنایا وہ اس کا کوئی حصہ لے سکتا ہے مگر میدان اور فراہات اور مکانوں کے صحن پر سب کا حق ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مکہ حرام لا یصلیح ربا عھا ولا اجور بیوتھا۔ ایک دوسرے موقع پر ارشاد
ہوا۔ انھا ہی مناخ من سبق۔ یہ اس زمین کا حال ہے جس سے اسلام نے خصوصیت پیدا کی۔

یہ صرف ابو جہل ہی کے خیالات نہ تھے بلکہ تمام مشرکین قریش کے نزدیک رسول اللہ کے پیش کردہ دین کا یہی عیب تھا کہ ۔

از قریش و شکر از فضل عرب	مذہب او قاطع ملک و نسب
با غلام خویش بر یک خوان نشست	در نگاه او یکے بالا و پست
با کلفتان حبش در ساختہ	قدر احرار عرب نشاختہ
آبروے دو دمانے ریختند	احمران با سوداں آیمختند

اسی بنا پر قریش کے تمام خاندان بنی ہاشم سے بچڑ گئے۔ اور بنی ہاشم نے بھی تو عصبیت کی خاطر رسول اللہ کی حمایت کی حالانکہ ان میں سے اکثر مسلمان نہ تھے۔ شعب ابی طالب میں نبی شام کو اسی لئے محصور کیا گیا، اور تمام قریش نے اسی وجہ سے اسے مقاطعہ کر لیا۔ جن مسلمانوں کے خاندان کمزور تھے ان کو شدید مظالم سے تنگ آکر حبش کی جانب ہجرت کرنی پڑی اور جن کے خاندان طاقتور تھے وہ اپنی حق پرستی کی بنا پر نہیں بلکہ خاندانی طاقت کی بنا پر قریش کے ظلم و ستم سے ایک حد تک محفوظ رہے۔

عرب کے یہودی انبیاء بنی اسرائیل کی پیش گوئیوں کی بنا پر مدتوں سے ایک بنی منتظر تھے۔ انہی کی دی ہوئی خبروں کا نتیجہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت شائع ہوئی تو مدینہ کے بہت سے باشندے مسلمان ہو گئے۔ مگر یہودیوں کو اس چیرنے آپ کی تصدیق سے روکنا یا کہ آنے والا نبی، بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں کیوں آیا؟ حتیٰ کہ اس تعصب نے ان کو پہلا تک مدبوش کیا کہ وہ موحدین کو چھوڑ کر بت پرستوں کے ساتھی ہو گئے۔ یہی حال نصاریٰ کا تھا۔ آنے والے نبی کے وہ بھی منتظر تھے۔ مگر ان کو توقع تھی کہ وہ شام میں پیدا ہوگا۔ عرب کے کسی نبی کو ماننے کے لئے وہ تیار نہ تھے۔ ہرقل کے پاس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پہنچا تو اس نے قریش کے تاجروں

تہ کہا کہ ”مجھے معلوم تھا کہ نبی آنے والا ہے۔ مگر یہ امید نہ تھی کہ وہ تم میں سے ہو گا۔“ مقوقس کے پاس جب دعوت نامہ اسلام پہنچا تو اس نے بھی یہی کہا کہ ابھی ایک نبی آنا باقی ہے۔ یہ مجھے معلوم ہے۔ مگر مجھے امید تھی کہ وہ شام میں آئے گا۔ اسی منصب کا دور دورہ عجم میں بھی تھا۔ خسرو پر ویز کے پاس جب حضور کا نامہ بارگاہی پہنچا تو کس چیز نے اس کو غضب ناک کیا؟ یہی کہ ”ایک غلام قوم کا فرد اور پادشاہ عجم کو اس طرح خطاب کرے! وہ عرب کی قوم کو ذلیل سمجھتا تھا۔ اپنا ماتحت خیال کرتا تھا۔ یہ بات ماننے کے لئے وہ کسی طرح تیار نہ تھا کہ ایسی قوم میں کوئی حق کی طرف بلانے والا پیدا ہو گا۔“

اسلام کے خلاف اس کے دشمن یہودیوں کے پاس سب سے بڑا کارگر حربہ یہی تھا کہ مسلمانوں میں قبائلی تعصبات پیدا کریں۔ اسی بنیاد پر مدینہ کے منافقین سے ان کا ساز باز تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے جنگ بنات کا ذکر چھیڑ کر انصار کے دونوں قبیلوں (اوس اور خزرج) میں عصیت کی ایسی آگ بھڑکائی کہ ملواریں کھینچنے کی نوبت آگئی۔ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ آذَوْا الْكُتُبَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ (۳)**۔ یہی نسل و وطن کا تعصب تھا جس نے مدینہ میں قریش کے نبی کو حکمران دیکھ کر، اور مہاجرین کو انصار کے باغوں اور نخلستانوں میں چلتے پھرتے دیکھ کر، مدینہ کے منافقین کو آتش زیر پا کر رکھا تھا۔ عبد اللہ بن ابی راس المنافقین کہا کرتا تھا کہ ”یہ قریش کے فقیر ہمارے ملک میں آکر پھل پھول گئے ہیں۔ ان کی مثل ایسی ہے کہ کتے کو کھلا پلا کر موٹا کرتا کہ تجھی کو پھاڑ کھائے“ وہ انصار سے کہتا تھا کہ تم نے انہو اپنے سر چڑھایا، اپنے ملک میں جگ دی۔ اپنے اموال میں ان کو حصہ دیا۔ خدا کی قسم تج تم ان سے ہاتھ روک لو تو یہ چلتے پھرتے نظر آئیں گے۔ اس کی ان باتوں کا جواب قرآن مجید میں اس طرح دیا گیا ہے :-

هٰمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلٰی
مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتّٰی يَنْفَضُوا وَاو
یہی ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے ساتھ والوں پر
کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ تشریتر ہو جائیں حالانکہ

بَلِّغْ خَزَائِنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ
 الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ يَقُولُونَ لَئِن
 سَرَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّونَ
 الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَ
 لِلْمُؤْمِنِينَ لَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ
 آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا اصلی مالک اللہ ہے
 مگر منافقین اس بات کو نہیں سمجھتے۔ وہ کہتے ہیں کہ
 اگر ہم (جنگ سے) مدینہ کی طرف واپس ہوئے تو جو
 عزت والا ہے وہ دولت والے کو دہاں سے نکال
 دیگا۔ حالانکہ عزت دراصل اللہ اور اس کے رسول اور
 مومنوں کی ہے مگر منافقین اس بات کو نہیں جانتے
 (۱: ۶۳)

یہی عصبیت کا جوش تھا جس نے عبداللہ بن ابی سے حضرت عائشہ پر ہمت لگوائی اور خزیج
 والوں کی حمایت نے اس دشمن خدا اور رسول کو اپنے کئے کی سزا پانے سے بچا لیا۔ (باقی)

آئین محبت

اے خدا! تیری رضیات کے مجموعہ کا نام قرآن ہے۔ اگر ہم اب تیری رضی پر چلنا چاہتے
 ہیں۔ اور تجھ کو راضی رکھنا چاہتے ہیں تو قرآن کے علم و عمل کے سوا سب ہوا ہوں ہے۔
 الہی تیرے لئے کاروائی بتانے کے لئے قرآن ہی نور و ہدایت ہے اور اس کے علاوہ
 جو کچھ بھی ہے تاریکی اور گمراہی ہے۔

مالک مجھے تمہیں ازلی محبت ہے۔ اس لئے تو نے قرآن پاک کو۔ "آئین محبت" کی
 شکل میں بھیجا ہے۔ اور تو دیکھ رہا ہے کہ ہم اس کو سینے سے لگائے ہوئے تیری طرف دوڑ
 رہے ہیں یا نہیں۔

۲
 ابو محمد مصلح